مستورات سے خطاب

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

مستورات سے خطاب

(فرمودہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۲ء بر موقع جلسہ سالانہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

جس طرح اعصاب اور رگوں کا آپس میں تعلق ہوتا ہے اسی طرح عورتوں اور مردوں کے تعاون کے ساتھ دنیا کا نظام چلتا ہے۔ مگر آج کل کے زمانہ میں ہر طرف جنگ شروع ہے۔ آپس میں نااتفاقی بڑھ رہی ہے اور پیشگوئی ہے کہ قیامت کے قریب سب نعمتیں مٹادی جائیں گی۔ سب وحوش یعنی غیر تعلیم یافتہ قومیں اور ادنیٰ قومیں ملائی جائیں گی اور ان کو اٹھایا جائے گا تمام بنی آدم مساوات چاہیں گے۔ اس واسطے بنی آدم کے اس حصہ کو بھی یعنی عورتوں کو احساس ہوا کہ ہم بھی مساوات وغیرہ میں حصہ لیں اس لئے عورتوں نے بھی جنگ اور جھگڑوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اور اس کا نام بھیڑ چال بھی رکھا ہے۔ گویہ ملکہ اور جذبہ ہر ایک ملک میں پایا جاتا ہے مگر ہمارے ملک میں یہ بہت زیادہ ہے۔ جس طرح ایک گیدڑ بھاگا جاتا تھا کسی نے پوچھا کہاں بھاگے جاتے ہو۔ کہنے لگا بادشاہ سلامت نے حکم دیا ہے کہ شہر کے تمام اونٹ پکڑ لئے جائیں۔ اس نے کہا تم تو گیدڑ ہو اور حکم اونٹوں کیلئے ہے۔ کہنے لگا شاید گیدڑ بھی پکڑے جائیں۔ تو بعینہٖ یہی طریقہ ہمارے ملک کی عورتوں نے اختیار کیا کہ عیسائی اور ہندو وغیرہ عورتوں کی ریس میں آکر کہہ دیا کہ ہمیں ہمارے حقوق دیئے جائیں حالانکہ مرد کون ہوتے ہیں ان کو حقوق دینے والے ان کو خود خدا تعالیٰ نے حقوق دیئے ہیں۔ قرآن کریم میں جس طرح مسلمان عورت کی تعریف آئی ہے کسی کتاب یا مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ عیسائیوں کا مذہب ہے کہ عورت میں روح ہی نہیں۔ دوسرے مذاہب میں کہیں تو عورت کو شیطان کا آلہ اور کہیں شر کی جڑ اور کہیں کچھ

کہیں کچھ کہہ دیا ہے مگر اسلام نے قرآن نے جہاں مومن مرد کا ذکر فرمایا وہیں مومنات عورتوں کا ذکر بھی فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رسول کریم ﷺ کی بیوی کی حیثیت سے ہی قدر نہیں بلکہ عائشہ' عائشہ ہو کر مشہور ہوئیں۔ پھر عیسائیت میں عورت کا حق کوئی نہیں رکھا گیا بلکہ ماں کا بھی حق نہیں رکھا ہے کیونکہ حضرت مسیح کو جب یہ کہا گیا کہ مریم ملنے آئی ہے تو کہا مریم کون ہے؟ جا اے عورت! میں تجھ کو نہیں جانتا۔[1] سو جب کہ ماں کا حق نہیں جانا تو بیوی کا حق بھلا کیا جانے گا۔ تو عیسائی جب کہ عورت میں روح ہی نہیں مانتے تو حق کیا دیں گے اور مسلمان عورتوں نے ان کی رِیس کی۔ عقلمند آدمی کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی کے زیرِ اثر نہ ہو۔ اسلام نے عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر۔ دیکھو عورت کے نکاح پر مہر پہلے دلواتا ہے اور وہ محض اس کی ملکیت قرار دیا گیا جس پر کسی اور کا تصرف نہیں ہو سکتا۔ فرانس ایسا ملک ہے کہ وہاں کی تہذیب و تمدن سب یورپ میں آزادانہ ہے۔ چونکہ عورت کو کوئی حق نہیں دیا گیا اس لئے وہاں کی عورتوں نے اپنے حقوق لینے کیلئے جنگ شروع کی اور محض بھیڑ چال کے طور پر ہماری مسلم عورتوں نے بھی اپنے حقوق لینے کا مطالبہ کیا حالانکہ ان کو خدا نے سب حقوق دیئے تھے مگر خدا جانے وہ کیوں مانگنے لگیں۔

ہاں انہوں نے اپنے ملے ہوئے حقوق کو استعمال نہیں کیا۔ غیر مسلم عورتوں کو تو حقوق ملے ہی نہیں تھے تب ان کا مطالبہ تھا مگر مسلم عورت کو تو خود خدا نے حقوق دیئے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حقوق کو استعمال کرنا نہیں سیکھا اور نہ ان کو استعمال کرنے آتے ہیں۔

سو تم بجائے جھگڑے اور حقوق طلبی کی جِدّوجُہد کے اپنے حقوق کو جو اسلام نے تم کو دیئے ہیں استعمال کرنا سیکھو۔ یونہی غلطی کھا کر شور و غل کرنا تو پھر وہی مثال ہوگی جیسا کہ ایک بادشاہ کے کسی قابل سپاہی کو تلوار چلانا عمدگی سے آتی تھی اور شہزادہ صاحب کو ریس آئی کہ بادشاہ سلامت کی اس پر اتنی مہربانی اور شفقت ہے کہ ہر روز انعامات دیتے اور قدر افزائی کرتے ہیں بادشاہ کے حضور عرض کیا کہ مجھے ایک عمدہ تلوار دی جائے۔ بادشاہ نے سپاہی کو بلایا کہ تلوار شہزادہ کو دے دو۔ بہادر سپاہی نے بہتیرا عرض کیا کہ حضور ان کو چلانی نہیں آتی کہیں ٹیڑھی اور غلط چلا کر اُلٹا نقصان کریں گے مگر شہزادہ کی ضد برابر جاری رہی۔ آخر تلوار حاصل کر لی اور غلط انداز سے چلا کر اپنا بازو کاٹ لیا اس پر بادشاہ نے ڈانٹا اور وہ موردِ عتاب ہوا۔ تو ٹھیک اسی طرح مسلمان عورتوں کو حقوق کا استعمال کرنا نہیں آتا۔ دیکھو اسلام میں بچے کو ماں کا

دودھ چھڑانے کے متعلق بھی حکم ہے کہ آپس کے مشورے سے چھڑاؤ۔

مہر کے متعلق فرمایا تمہاری ملکیت ہے چاہے جس طرح استعمال کرو۔ تو لوگوں نے اس پر غلطی یہ کی کہ مہر دس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ باندھنے شروع کئے۔ کیا فائدہ اگر کسی کی آمدنی ایک پیسہ کی بھی نہ ہو اور مہر باندھ لے لاکھ دو لاکھ تا کہ وہ ادا نہ ہو سکے۔ یہ کوئی فخر یا اظہارِ دولتمندی کا طریقہ نہیں۔ ایسی ایسی مشکلات لوگوں نے صحیح طور پر حقوق کا استعمال نہ سیکھنے کی وجہ سے خود بخود اپنے اوپر ڈال لی ہیں۔ الغرض مسلمان عورت کو خدا نے تو ہر طرح کے حقوق دیئے ہیں چاہئے کہ ان کا صحیح طور سے استعمال کرنا سیکھے۔ اگر انسان کے پاس ایک بہت عُمدہ گھوڑا ہے مگر وہ اس پر چڑھنا نہیں جانتا تو گھوڑا بے فائدہ ہے۔ صحیح استعمال کے بعد ارادہ کی ضرورت ہے اگر انسان کو علم بھی ہو، قابلیت بھی ہو، ارادہ نہ ہو تو وہ قابلیت بھی کچھ مفید نہیں۔ بعض لوگ عالم اور قابل ہوتے ہیں مگر ارادہ نہیں ہوتا تو وہ کچھ بھی کام نہیں کر سکتے۔ پھر نیت پختہ اور عمل ہو جب کام کا ارادہ کرے اس پر عمل کرے۔ بعض لوگ کسی کام کا علم رکھتے ہیں، قابلیت بھی ہوتی ہے، ارادہ بھی کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے تو ان کی مثال اس بڑھیا کی سی ہوتی ہے جس نے اپنے گھر کا دروازہ لگوا کر بھی اسے کُتّوں کے لئے کھُلا چھوڑ دیا تھا۔ ہمارے ملک میں عورتوں نے غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ ہمارے حقوق پر مردوں نے قبضہ مخالفانہ کر رکھا ہے۔ سو مسلمان عورتوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کا استعمال کرنا نہ سیکھیں گی تو شکوہ بے فائدہ ہوگا۔

اسلام میں دیئے ہوئے حقوق اگر دریافت کرنے ہوں تو قرآن پڑھو حدیث کا مطالعہ کرو پھر اس کی صحیح تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ملے گی۔ دیکھو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک دفعہ اپنی بیوی سے کوئی سخت بات کی تو الہام ہوا کہ مسلمانوں کے لیڈر سے کہہ دو کہ یہ بات اچھی نہیں [۲] تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طرزِ عمل اور عمدہ معاشرت سے سبق سیکھو کہ آپ نے اصل اسلام کے طریقہ پر عمل کر کے دکھا دیا کہ عورت کی کتنی قدر اسلام نے رکھی ہے۔ بے شک لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور بڑے بڑے لیڈرانِ مُلک حامئ حقوقِ نسواں بھی ہیں اور سر سید احمد خاں وغیرہ بہت لائق لیڈر تھے مگر ان کی جماعت خود اسلام پر اعتراض کرتی ہے۔ دوسرے مذہب عیسائی تو خیر ہیں ہی دشمنِ اسلام ان کا تو کام ہی یہی ہے مگر ہماری عورتیں اگر اپنا دین سیکھیں، قرآن مجید کو پڑھیں تو ان کو معلوم

ہو گا کہ غیر مذہب کے اعتراضات کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف ایک جامع کتاب ہے اس میں سے سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے بشرطیکہ تدبر اور غور سے پڑھا جائے۔ دیکھو میں چونکہ صحت کا کمزور تھا اور شروع سے ہی مدرسہ میں میرا لحاظ کیا جاتا تھا اس لئے پرائمری سے انٹرنس تک میں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ مگر میں نے صرف قرآن مجید پڑھا۔ فلسفہ منطق وغیرہ میں نے نہیں پڑھا۔ مگر اب تک میں خدا کے فضل سے اور صرف قرآن مجید پڑھنے کے باعث ہر ایک بڑے انسان سے 'غیر مذاہب کے پیشواؤں سے' بڑے بڑے لیکچراروں اور مدبّروں سے گفتگو کرنے پر کبھی بھی نہیں جھجکا اور نہ کسی بڑے سے بڑے لیکچرار' پرنسپل' بشپ تک نے میرے سامنے کبھی گفتگو کی جرأت کی۔ میں یورپ میں گیا تو بھی انگریزی میں برابر مضمون بیان کرتا اور بڑے بڑے فلسفیوں کی مجالس میں برابر گفتگو کرتا اور دل میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔ مگر یہ میرے ذہن کی کوئی خوبی نہیں بلکہ میرے پاس قرآن کی تلوار ہے۔ پس اگر تم بھی قرآن' حدیث اور احمدیت کی کتابیں پڑھو گی تو پتہ لگے گا کہ اسلام کیسا عمدہ مذہب ہے۔ کوئی عیسائی جرأت نہیں کر سکتا کہ احمدیوں کے سامنے آئے۔ تمہارے پاس قرآن کا ہتھیار ہونا چاہئے۔ دیکھو کوئی ڈاکٹر کامیاب نہیں ہو سکتا محض اپنی دواؤں یا عمدہ چمکدار اوزاروں سے بلکہ خود اس کی دماغی قابلیت ہونی چاہئے۔ اگر قابلیت نہ ہو تو اوزار یا دوائیں کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتیں۔

چند اخلاق کے ساتھ قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ ایک شکر ہے۔ شکر گزاری کے ساتھ بہت سے نیک اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور شکر گزاری کے ساتھ ترقی اور بہتری کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ شکریہ ادا کرنے کا فعل قوم کے اندر محبت اور اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ جب کسی نیک تحریک پر شکریہ ادا کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہیں تو بہت سے نیک اخلاق پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے (یا شبلی فرمایا) رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ پہلے کسی صوبہ کے گورنر تھے۔ ایسے نیک اور صالح بزرگ تھے کہ اولیاء کرام میں سے ہوئے۔ چنانچہ ان کے نام پر لوگ بچوں کے نام رکھتے ہیں (چنانچہ ہمارے قاضی اکمل صاحب کے بچوں کے نام جنید و شبلی ہیں) ان کا ذکر ہے کہ بادشاہ نے ان کو زمانہ گورنری میں ان کی حُسنِ خدمات کے صلہ میں بہت اعلیٰ درجہ کا خلعت بخشا۔ جب وہ خلعت پہن کر دربار میں بادشاہ کے حضور بیٹھے تو چھینک آگئی تو اپنی ناک اسی خلعتِ فاخرہ کے دامن سے پونچھ لی۔ بادشاہ نے دیکھ لیا اور

سمجھا کہ ہماری خلعت کی بے حرمتی کی ہے۔ غلاموں کو حکم دیا فوراً ان سے چھین لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دربار سے نکال دیا کہ جاؤ تم میں اعزازِ شاہی کے شکریہ کی قابلیت نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بہت سخت حاکم اور ظالم گورنر تھے مگر پھر ایسے نرم دل اور عاجز بندے خدا کے ہو گئے کہ جن جن افرادِ رعیّت کو ستایا تھا ان کے دروازے پر جا کر معافی طلب کی اور تقصیریں معاف کروائیں اور توبہ کی اور عباداتِ الٰہی میں مصروف ہوئے۔[۴] یہ اس خلعت کے واقعہ کا اثر تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ اے مولا! جب انسان کے ایک خلعت کی تحقیر کر کے ایسی سزا پائی ہے تو تُو نے جو نعمتیں بخشیں ان کا شکریہ ادا نہ کرنے پر تو بہت زیادہ مستحقِ سزا ہوں گا۔ چنانچہ پھر وہ شکریۂ رب ادا کرنے سے اولیاء کرام میں سے ہو گئے۔ سو تم زیادہ شکر گزار بنو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے میں نے دوزخ میں زیادہ حصہ عورتوں کا دیکھا کیونکہ وہ ناشکری ہوتی ہیں۔[۵]

پھر عورتوں میں تعاون نہیں ہوتا اور یہ ہمارے ملک میں ہی نہیں بلکہ یورپ کی عورتیں بھی تعاون نہیں کر سکتیں۔ میں یورپ میں گیا تو ایک عورت نے سوال کیا کہ کیا تمہارے ملک میں دروازے ہوتے ہیں (یورپ کے لوگ عموماً دروازے بند رکھتے ہیں) تو میں نے کہا دروازے ہوتے ہیں اور پھر کھلے رہتے ہیں تو اس عورت نے غلطی سے سمجھا کہ ہم پر اعتراض کیا ہے کہ یورپ کے لوگ مہمان نواز نہیں ہوتے اور ہم مہمان نواز ہیں۔ پھر شکر کے ساتھ آپس میں ہمدردی ہونی چاہئے۔

پھر عورتوں کو بہت زیادہ صبر کرنے کی بھی مشق چاہئے جو ان میں بہت کم ہے۔ صبر کا جذبہ مشق کرنے سے پیدا ہوتا ہے جو ہمارے ملک کی عورتوں میں بہت ہی نایاب ہے کیونکہ ان کو عادت نہیں اور یہ محنت اور بہادری سے آتا ہے۔ یہاں تو اگر کوئی ذرا بھی تکلیف پہنچ جائے تو یہ رونے لگ جاتی ہیں حالانکہ ملکوں کے ساتھ جنگ ہو تو رونا کیسا؟ تحمل' برداشت اور صبر کی صحابیات میں بہت مشق تھی۔ ایک صحابیہؓ کا ذکر ہے کہ ان کا جنگ میں باپ' بیٹا' خاوند شہید ہوئے تو کچھ پرواہ نہ کی اور بار بار رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت فرماتیں اور پھر حضور کی زندگی کی خوشخبری سن کر کہا رسول اللہ زندہ ہیں تو کچھ پرواہ نہیں۔[۶] اسی طرح ایک صحابیہ بی بی نے جنگ میں دشمنوں میں گھرے ہونے پر خیموں کے ڈنڈے اکھاڑ کر اتنی جنگ کی کہ دشمن کا ناطقہ بند کر دیا اور ان کو بھگا دیا[۷] مگر ہمارے ملک کی عورتیں ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں

پر رونے لگ جاتی ہیں کہ میرا صبر' یہ صبر کوئی صبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کی نسبت آیا ہے آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے ایک عورت بے تابی سے رو رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کیوں روتی ہے؟ عرض کیا گیا حضورؐ اس کا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے اس عورت کے پاس جاکر فرمایا صبر کرو۔ وہ جواب دیتی ہے کہ جس کے دل کو لگے وہی جانے۔ اے شخص (اس نے رسول کریمؐ کو پہچانا نہ تھا) تیرا بھی کوئی بچہ مرتا تو جانتا کتنا دکھ ہوتا۔ آپ نے فرمایا میرے تو کئی بچے مرگئے ہیں۔ پیچھے جب اس کو کسی نے بتایا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ عورت دوڑی آئی کہ یا رسول اللہؐ میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا اب صبر کرتی ہوں معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اب کیا صبر ہے! صبر تو پہلے کرنا تھا رو دھو کر صبر کرنا بے فائدہ ہے۔ [۸] تو تم بھی اگر صحابیات کی طرح صبر کرنے کی مشق کروگی تب کچھ ملکی معاملات اور حقوق کو استعمال کرنے کی قابلیت پیدا کروگی۔ ورنہ جو آدمی ذرا ذرا بات میں صبر اور تحمل برداشت کی عادت نہیں رکھتا وہ ملکی معاملات میں کیا ہمت دکھلا سکتا ہے۔ تمہارا دماغ غم و الم وغیرہ سے خالی ہوگا تب کچھ کام کر سکوگی ورنہ یوں ہی زبانی واویلا بے کار ہے۔

پھر جرأت ہے یاد رکھو انسان سے جرأت سب کام کرواتی ہے۔ اگر دل میں جرأت ہو تو انسان بہادری سے کام کر سکتا ہے ورنہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنی دلی جرأت جس طرح کام کرواسکتی ہے کسی دوسرے کی امداد سے وہ کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ایک واقعہ کشمیریوں کا لکھا ہے کہ کشمیری قوم کے لوگ ایک فوج میں بھرتی ہوئے۔ جب جنگ ہونے لگی جرنیل نے حکم دیا کہ فلاں جگہ فوج کھڑی ہو۔ تو ایک دو سپاہی افسر کے پاس جا کر عرض کرنے لگے کہ حضور ہمارے ساتھ کوئی پہرہ دار ہونا چاہئے جو ہماری حفاظت کرے۔ افسر نے سمجھ لیا کہ یہ بُزدل ہیں۔ چنانچہ اب کشمیریوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ مگر ہمارے ایک بزرگ بادشاہ ہوئے ہیں انہوں نے چیونٹی سے سبق لیا کہ وہ کئی بار ان کے سامنے دیوار پر سے گری اور پھر چڑھی۔ آخر پوری دیوار طے کرکے کامیاب ہو گئی تو اس سے بادشاہ نے سبق لیا اور کئی بار ہارنے پر آخر فاتح شہنشاہ بن گئے۔ یہ جرأت اور ہمت تھی۔

کہتے ہیں رستم ایک بار کسی پہلوان سے شکست کھا کر نیچے گر پڑا۔ مگر اس کی بہادری اور ہمت کا رُعب مشہور تھا تو اس نے سوچا کہ آؤ ہمت کرکے چھوٹ جاؤں۔ چنانچہ جب کہ دشمن اس کی پیٹھ پر سوار تھا اور گردن دبائے بیٹھا تھا اس نے جرأت کرکے اسے زور کی آواز سے

ڈرایا کہ رستم آگیا۔ رستم آگیا تو دشمن یہ نام سن کر سہم گیا اور بھاگ گیا۔ اپنے نام کی آڑ لے کر رستم زندہ و سلامت رہ گیا۔ تو جرأت اور ہمت کے بغیر بھی انسان ناکام رہتا ہے۔

پھر انکسار اور تواضع ہے۔ ہمارے ملک میں تواضع بہت اچھا لفظ رائج ہے مگر اس کے معنی کم لوگ جانتے ہیں۔ اگر کوئی کسی کو اچھی طرح روٹی کھلا دے تو کہتے ہیں بھئی بڑی تواضع کی۔ یا کوئی حاکم تھانہ دار کسی گاؤں میں چلا جائے تو اس کی خاطر تواضع کرنا بولتے ہیں مگر اصل ترجمہ تواضع کا نہیں جانتے۔ ذکر ہے کہ ایک بادشاہ بذاتِ خود بھیس بدل کر شہروں میں پھرا کرتا ایک دن کسی ایسے مقام پر جا نکلا جہاں ایک جمعدار پہرہ پر کھڑا تھا۔ اس نے بادشاہ کو بھی جو بھیس بدلے ہوئے تھا معمولی آدمی سمجھ کر نخوت اور غرور سے گزرنے نہ دیا اور کہا تُو جانتا نہیں میرا کیا عہدہ ہے؟ بادشاہ نے پوچھا حضور! آپ کا کیا عہدہ ہے۔ کیا سپاہی؟ کہا ذرا اوپر چڑھو۔ اس نے کہا کیا جمعدار؟ کہا ہوں۔ پھر سپاہی نے پوچھا تُو کون ہے تھانہ دار؟ بادشاہ نے بھی کہا ذرا اور اوپر بڑھو۔ پھر اس نے کہا اور اوپر بڑھو۔ سپاہی نے کہا ڈپٹی؟ اس نے کہا ذرا اور اوپر بڑھو۔ اسی طرح سوال و جواب سے بادشاہ کے عہدہ تک پہنچا۔ آخر سپاہی نے شرمندہ ہو کر معافی طلب کی تو بعض لوگ تواضع اور انکسار کرنا نہیں جانتے۔ کسی کو ذرا دنیاوی قدر مل جائے پھر نخوت اور تکبر سے بھر جاتے ہیں غرور سے پاؤں زمین پر رکھنا بھول جاتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ بڑے لوگ اگر انکسار کریں تو ان کی قدر افزائی ہوتی ہے اور عزت بڑھتی ہے۔ دیکھو زار روس کی تباہی قیصر جرمنی کی شکست محض غرور اور نخوت اور انکسار نہ کرنے کے سبب سے ہوئی۔ مگر بادشاہ جارج پنجم کی بہت بڑی عزت ہے۔ رعیّت کو اگر انکسار اور تواضع سے پیش آئیں تو ہزار گُنا زیادہ عزت ہوتی ہے۔ شہنشاہ معظّم کی رعایا ان کے انکسار کے طرزِ عمل سے قدر کرتی ہے۔ بڑے لوگ اگر انکسار کریں تو لوگ ان کو آنکھوں پر بٹھاتے' ان کی دل و جان سے خدمت کرتے ہیں۔ قوم کا امیر ان کا خادم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عین اسلام پر عملدرآمد فرماتے ہوئے ایک فارسی شعر لکھا ہے۔

"منہ از بہرما کرسی کہ ماموریم خدمت را"

یعنی میرے لئے کرسی مت رکھو کہ میں ایک غریب اور عاجز انسان ہوں۔ تو بہت سے فوائد انکسار کرنے اور عاجز بننے میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک نفس کی اصلاح اور اپنی قدر کروانے کا طریقہ ہے۔

پھر ایک قابل قدر چیز قربانی ہے اگر اپنے حقوق سے فائدہ لینا چاہتی ہو تو قربانیاں کرو' نفس کی قربانیاں' مال کی قربانیاں' اپنی خواہشات کی قربانیاں' دوسروں کی خدمت کرو' خدمت کرنے والا آدمی بڑا ہوتا ہے دوسرے سب چھوٹے ہیں۔ دیکھو اگر یورپ کی کوئی بڑی شہزادی خدمت کرتی ہے' ہسپتال میں جاکر بیماروں' معذوروں کو دیکھتی ہے' ان کو کچھ دیتی یا پوچھتی ہے تو کتنا بڑا رُتبہ پاتی ہے۔ سو تم بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں سے ہو جو اپنے آپ کو خادمِ اسلام سمجھتے تھے۔ تم بھی ہر قسم کی قربانی کر کے خدمتِ خلق میں مصروف ہو جاؤ تاکہ دین و دنیا کی کامیابیاں حاصل کرو۔

آخر میں ضروری نصیحت کرتا ہوں کہ اتحاد کے لئے ایک نظام اور پابندی کی ضرورت ہے۔ عورتوں میں نظام او رپابندئ قوانین بالکل نہیں یہ بہت ضروری بات ہے کوشش سے اس پر عامل ہونا چاہئے۔ دیکھو اسلام میں جب شراب کی حُرمت کا حکم ہوا ہے فوراً صحابہ کرامؓ نے تعمیل کی۔ پھر ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو سب لوگ جہاں بھی آپ کی آواز پہنچی بیٹھ گئے۔ کسی صحابی نے دوسرے کو ایک راستہ میں غیر مانوس سی جگہ پر بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔ یہاں کیوں بیٹھے ہو تو اس نے کہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی تو تعمیلِ ارشاد کے لئے یہیں بیٹھ گیا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ کیا بات ہے میں نے صرف تعمیلِ ارشاد کی۔ ۹ سو تم بھی یہ ضروری اور نہایت ضروری بات سیکھو کہ نظام اور پابندی قوانین کے لئے ہر ایک حکم ماننا ضروری ہے۔

اس کے بعد میں عورتوں کو دو کام بتاتا ہوں چاہئے کہ کوشش کر کے سوچیں اور مجھے نتیجہ سے اطلاع دیں تاکہ پھر ہم اپنی ساری جماعت میں اس کو رائج کریں۔ اس میں اول تو بُرقعہ اور پردہ کا سوال ہے۔ شرعی پردہ کے لئے نہ تو وہ پرانا بُرقعہ کچھ مفید ہوا کیونکہ پردہ کے علاوہ عورت کو تازہ ہوا اور صحت کی بھی ضرورت ہے جو اس برقعہ میں نہیں اور نہ اس میں بچہ گود میں اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر آگے سے ہوا سے کھل جائے یا اٹھانا پڑے تو صرف پچھلا حصہ ہی چھپ سکتا ہے سامنے کا سب لباس نظر آتا ہے اور نئے فیشن کا برقعہ بھی بعض کو پسند نہیں۔ شاید اس لئے بھی کہ اس میں زینت اور خوبصورتی نمایاں پائی جاتی ہے اس لئے ردّی سمجھتے ہیں اور چادر سے بھی دِقّت ہوتی ہے۔

اس لئے میں سلسلہ کی قابل خواتین اور سلائی کی ماہر بہنوں سے خواہش رکھتا ہوں کہ وہ

اپنے لئے کوئی ایسا بُرقعہ سوچیں کہ جو صحت اور شرعی پردہ کے لحاظ سے آرام دہ ہو۔ پھر ہمیں بتائیں۔ میں تو سیناپرونا نہیں جانتا خواتین خود ہی بہتر طور سے جانتی ہیں۔ امید ہے کہ وہ سوچ کر ہمیں اطلاع دیں گی اور ہم اس پر غور کر کے پھر اسے رائج کردیں گے۔

دوسری بات زنانہ نمائش کی نسبت ہے جو صنعت و حرفت کے لحاظ سے ہو۔ ہر قسم کے نمونے کی اشیاء جو آپ کے شہروں میں بنتی ہوں وہ مرکز میں لانی چاہئیں۔ موجودہ نمائش تو بجائے اشیاء کی نمائش کے خود لجنہ کی نمائش ہو جاتی ہے۔ سو ہماری خواتین کو اس پر توجہ کرنی چاہئے کہ ہر ایک چیز جو ان کے شہر میں عمدہ بنتی ہے اس کے بھیجنے کا انتظام کریں یا مجھے بتلائیں پھر میں اس کا انتظام کر کے لجنہ کو بتاؤں گا کہ نمائش کس کو کہتے ہیں۔ دو تین سال سے تو تجربہ کر کے دیکھا ہے یہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ سو ہماری خواتین کو ضرور اس کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ دو کام ان کے ذمہ ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ سال ان پر عمل درآمد ہو گا۔ اخیر میں مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان نیک کاموں کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مصباح ۱۵۔ جنوری ۱۹۳۳ء)

---

۱ مرقس باب ۳ آیت ۳۱ تا ۳۵ (مفہوماً)

۲ تذکرہ صفحہ ۳۹٦۔ ایڈیشن چہارم

۳،۴ یہ واقعہ حضرت ابوبکر شبلیؒ کا ہے جو بعد میں حضرت جنیدؒ بغدادی کے مرید بنے۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۳۷۱ تا ۳۷۳ مطبوعہ کشمیری بازار لاہور)

۵ بخاری کتاب الایمان باب کفران العشیر

٦ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام الجزء الثالث صفحہ ۱۰۵ مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۹۳٦ء

۷

۸ بخاری کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور

۹